فتنہ غامدیہ

جاوید احمد غامدی کے عقائد و نظریات

مصنف

حضرت علامہ مولانا محمد طفیل رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

نحمده و نصلی علی رسوله الكريم

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجودہ دور فتنوں کا دور ہے۔ روز بروز نت نئے فتنے معرض وجود میں آتے ہیں۔ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر وہ اسلامی عقائد و نظریات کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔ دین میں آسانی کے نام پر متفقہ اسلامی عقائد کو من گھڑت قرار دیتے ہیں۔

الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے مسلمانوں میں فتنہ، فساد اور انتشار پھیلا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کا کوئی علمی مقام نہیں ہے۔ یہ لوگ چند قرآنی آیات اور احادیث یاد کر کے ایک دو گھنٹے اپنی طرف سے ایسی گفتگو کرتے ہیں کہ سامعین کو یوں لگے کہ جیسے ان سے بڑا عالم پورے عالم اسلام میں کوئی نہیں۔

ایسے لیکچر دینے والوں کا تکیہ کلام اکثر یہ ہوتا ہے کہ "میں نہیں سمجھتا"، "میں نہیں سمجھتا" یعنی کہ حق اور سچ بیان کرنے کے بجائے اپنی ناقص عقل کے گھوڑے دوڑاتے نظر آتے ہیں۔ بعض اوقات یہ اتنی تیز رفتاری کے ساتھ گفتگو کر رہے ہوتے ہیں کہ خود ان کو معلوم نہیں ہوتا کہ میں کیا بول رہا ہوں۔ انہی اسکالروں میں سے ایک جاوید احمد غامدی بھی ہے جو کہ پہلے جاوید احمد تھا، رفتہ رفتہ جاوید احمد غامدی کے نام سے میڈیا پر برآمد ہوا۔ جاوید احمد غامدی میڈیا پر اور اپنی کتب میں جس اسلام کو پیش کر رہا ہے۔ وہ رسول پاک ﷺ کا اسلام نہیں ہے بلکہ وہ نیچری اور پرویزی فکر کی ترجمانی ہے۔ غامدی میڈیا پر اور اپنی کتب میں جو باتیں پیش کر رہا ہے۔ وہ اسلام مخالف ہیں۔

ذیل میں جاوید احمد غامدی کے اس نئے اسلام کے شجر سے پھوٹنے والے برگ و بار کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

غامدی کے عقائد و نظریات

1۔ قرآن کی صرف ایک ہی قرأت درست ہے، باقی سب قرأتیں عجم کا فتنہ ہیں۔

2۔ قرآن کا ایک نام میزان بھی ہے۔

3۔ قرآن کی متشابہ آیات کا بھی ایک واضح اور قطعی مفہوم سمجھا جاسکتا ہے۔

4۔ سورۂ نصر مکی ہے۔

5۔ قرآن میں اصحاب الاخدود سے مراد دورِ نبوی کے قریش کے فراعنہ ہیں۔

6۔ سورۂ لہب میں ابولہب سے مراد قریش کے سردار ہیں۔

7۔ اصحاب الفیل قریش کے پتھراؤ اور آندھی سے ہلاک ہوئے تھے۔

8۔ سنت قرآن سے مقدم ہے۔

9۔ سنت کی ابتداء سرکار ﷺ سے نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوتی ہے۔

10۔ سنت صرف ستائیس اعمال کا نام ہے۔

11۔ سنت کا ثبوت اجماع اور عملی تواتر سے ہوتا ہے۔

12۔ حدیث سے کوئی اسلامی عقیدہ یا عمل ثابت نہیں ہوتا۔

13۔ حضور ﷺ نے حدیث کی حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کے لئے بھی کوئی اہتمام نہیں کیا۔

14۔ ابن شہاب زہری کی کوئی روایت بھی قبول نہیں کی جاسکتی، وہ ناقابل اعتبار راوی ہے۔

15۔ دین کے مصادر میں دین فطرت کے حقائق، سنت ابراہیمی اور قدیم صحائف بھی شامل ہیں۔

16۔ معروف اور منکر کا تعین انسانی فطرت کرتی ہے۔

17۔ نبی ﷺ کے وصال کے بعد کسی شخص کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

18۔عورتیں بھی باجماعت نماز میں امام کی غلطی پر بلند آواز سے "سبحان اللہ" کہہ سکتی ہیں۔
19۔زکوٰۃ کا نصاب منصوص اور مقرر نہیں ہے۔
20۔ریاست کسی بھی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنٰی قرار دے سکتی ہے۔
21۔بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔
22۔اسلام میں موت کی سزا صرف دو جرائم (قتل نفس اور فساد فی الارض) پر دی جاسکتی ہے۔
23۔دیت کا قانون وقتی اور عارضی تھا۔
24۔قتل خطاء میں دیت کی مقدار تبدیل ہو سکتی ہے۔
25۔عورت اور مرد کی دیت برابر ہے۔
26۔اب مرتد کی سزائے قتل باقی نہیں ہے۔
27۔زانی کنوارا ہو یا شادی شدہ، دونوں کی سزا صرف 100 کوڑے ہیں۔
28۔چور کا دایاں ہاتھ کاٹنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔
29۔شراب نوشی پر کوئی شرعی سزا نہیں ہے۔
30۔عورت کی گواہی حدود کے جرائم میں بھی معتبر ہے۔
31۔صرف عہد نبوی ﷺ کے عرب کے مشرکین اور یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے وارث نہیں ہو سکتے۔
32۔صرف بیٹیاں وارث ہوں تو اُن کے بچے ہوئے ترکے کا دو تہائی حصہ ملے گا۔
33۔سور کی کھال اور چربی وغیرہ کی تجارت اور اُن کا استعمال ممنوع نہیں ہے۔
34۔عورت کے لئے دوپٹہ پہننے کا شرعی حکم نہیں ہے۔
35۔کھانے کی صرف چار چیزیں حرام ہیں۔خون، مردار، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ

کے نام کا ذبیحہ۔

36۔ کئی انبیاء کرام قتل ہوئے مگر کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہوا۔

37۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

38۔ یاجوج ماجوج اور دجال سے مراد مغربی اقوام ہیں۔

39۔ جہاد وقتال کے بارے میں کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔

40۔ جہاد وقتال کرنے کا حکم اب باقی نہیں رہا اور اب مفتوح کافروں سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔

41۔ عورت مردوں کی امامت کرا سکتی ہے۔

42۔ عورت نکاح خواں بن سکتی ہے۔

43۔ موسیقی جائز ہے۔

44۔ جاندار چیزوں کی تصاویر بنانا جائز ہے۔

45۔ مردوں کے لئے داڑھی رکھنا دین کی رو سے ضروری نہیں۔

46۔ ہندو مشرک نہیں ہے۔

47۔ مسلمان لڑکی کی شادی ہندو لڑکے سے جائز ہے۔

48۔ ہم جنس پرستی ایک فطری چیز ہے، اس لئے جائز ہے۔

49۔ اگر بغیر سود کے قرضہ نہ ملتا ہو تو سود پر قرضہ لے کر گھر بنانا جائز اور حلال ہے۔

50۔ قیامت کے قریب کوئی امام مہدی نہیں آئے گا۔

51۔ مسجد اقصیٰ پر مسلمانوں کا نہیں، یہودیوں کا حق ہے۔

متفقہ اسلامی عقائد و اعمال

1۔ قرآن مجید کی سات یا دس (سبعہ یا عشرہ) قراءتیں متواتر اور صحیح ہیں۔

2۔ میزان، قرآن کے ناموں میں سے کوئی نام نہیں ہے۔

3۔ قرآن مجید کی متشابہ آیات کا واضح اور قطعی مفہوم متعین نہیں کیا جا سکتا۔

4۔ سورۃ النصر مدنی ہے۔

5۔ اصحاب الاخدود کا واقعہ بعثت نبوی ﷺ سے بہت پہلے زمانہ کا ہے۔

6۔ سورۃ لہب میں ابولہب سے نبی ﷺ کا کافر چچا مراد ہے۔

7۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل پر ایسے پرندے بھیجے جنھوں نے اُن کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔

8۔ قرآن مجید سنت پر مقدم ہے۔

9۔ سنت حضرت محمد ﷺ سے شروع ہوتی ہے۔

10۔ سنتیں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔

11۔ سنت کے ثبوت کے لئے اجماع شرط نہیں۔

12۔ حدیث سے بھی اسلامی عقائد اور اعمال ثابت ہوتے ہیں۔

13۔ رسول اللہ ﷺ نے حدیث کی حفاظت اور تبلیغ و اشاعت کے لئے بہت اہتمام کیا تھا۔

14۔ امام ابن شہاب زہری علیہ الرحمہ فقیہ اور معتبر ہیں اور ان کی روایات قابل قبول ہیں۔

15۔ دین و شریعت کے مصادر و ماخذ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس (اجتہاد) ہیں۔

16۔ معروف و منکر کا تعین وحی الٰہی سے ہوتا ہے۔

17۔ جو شخص بھی ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کرے، اُسے کافر قرار دیا جا سکتا ہے۔

18۔ امام کی غلطی پر عورتوں کے لئے بلند آواز میں "سبحان اللہ" کہنا جائز نہیں ہے۔

19۔ زکوٰۃ کا نصاب منصوص اور مقرر شدہ ہے۔

20۔ اسلامی ریاست کسی چیز یا شخص کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں کر سکتی۔

21۔ بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں۔

22۔ اسلامی شریعت میں موت کی سزا بہت سے جرائم پر دی جا سکتی ہے۔

23۔ دیت کا حکم اور قانون ہمیشہ کے لئے ہے۔

24۔ قتلِ خطاء میں دیت کی مقدار تبدیل نہیں ہو سکتی۔

25۔ عورت کی دیت آدھی اور مرد کی مکمل ہے۔

26۔ اسلام میں مرتد کے لئے قتل کی سزا ہمیشہ کے لئے ہے۔

27۔ شادی شدہ زانی کی سزا از روئے سنت سنگساری ہے۔

28۔ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنا صرف سنت سے ثابت ہے۔

29۔ شراب نوشی کی شرعی سزا ہے جو اجماع کی رو سے 80 کوڑے مقرر ہے۔

30۔ حدود کے جرائم میں عورت کی شہادت معتبر نہیں۔

31۔ کوئی کافر کسی مسلمان کا کبھی وارث نہیں ہو سکتا۔

32۔ میت کی اولاد میں صرف بیٹیاں ہی ہوں تو ان کو کل ترکے کا دو تہائی حصہ دیا جائیگا۔

33۔ سور نجس العین ہے لہذا اس کی کھال اور دوسرے اجزاء کا استعمال اور تجارت حرام ہے۔

34۔ عورت کے لئے دوپٹہ اور اوڑھنی پہننے کا حکم قرآن مجید کی سورہ نور کی 31 ویں

آیت سے ثابت ہے۔

35۔ کھانے کی اور بہت سی چیزیں بھی حرام ہیں جیسے کتے اور پالتو گدھے کا گوشت

36۔ ازروئے قرآن بہت سے نبیوں اور رسولوں کو قتل کیا گیا۔

37۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے تھے۔ وہ قرب قیامت میں آکر دجال کو قتل کریں گے۔

38۔ یہ قرب قیامت کی دو الگ الگ نشانیاں ہیں۔ دجال دائیں آنکھ سے کانا یہودی شخص ہوگا۔

39۔ جہاد و قتال ایک شرعی فریضہ ہے۔

40۔ کفار کے خلاف جہاد کا حکم ہمیشہ کے لئے ہے اور ذمیوں سے جذیہ لیا جاسکتا ہے۔

41۔ عورت مردوں کی امامت نہیں کرسکتی۔

42۔ عورت نکاح خواں نہیں بن سکتی۔

43۔ موسیقی ناجائز ہے (سرکار ﷺ نے فرمایا، میں آلات موسیقی کو مٹانے کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں)

44۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو، اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ جب تصویر رکھنا حرام ہے تو بنانا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

45۔ مردوں کا داڑھی رکھنا سنت ہے، داڑھی کا منڈوانا حرام ہے۔

46۔ ہندو مشرک ہیں۔

47۔ مسلمان لڑکی کی شادی ہندو لڑکے سے نہیں ہوسکتی۔

48۔ ہم جنس پرستی سخت گناہ ہے۔

49۔ سود لینا ہر حالت میں حرام ہے۔

50۔ احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ قرب قیامت میں امام مہدی رضی اللہ عنہ تشریف لائیں گے۔

51۔ مسجد اقصیٰ پر ہر دور میں حق اہل ایمان کا ہی رہا ہے۔

اب آپ کے سامنے جاوید احمد غامدی کی کتابوں کے اصل عکس پیش خدمت ہیں جن کو پڑھ کر آپ خود یقین کر لیں گے کہ ہم کسی پر الزام نہیں لگا رہے بلکہ اصل شواہد پیش کر رہے ہیں

جاوید غامدی کی کتاب کا عکس

حدود و تعزیرات

تصنیف

جاوید احمد غامدی

المورد

۵۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

جاوید غامدی کی شریعت: چور کا دایاں ہاتھ کاٹنا قرآن مجید سے ثابت ہے

—— حدود و تعزیرات ——

لہٰذا یہ انتہائی سزا ہے اور صرف اسی صورت میں دی جائے گی جب مجرم اپنے جرم کی نوعیت اور اپنے حالات کے لحاظ سے کسی رعایت کا مستحق نہ رہا ہو۔

۲۔ قطع ید کی یہ سزا 'جزاء بما کسبا نکالاً من اللہ' ہے۔ لہٰذا مجرم کو دوسروں کے لیے عبرت بنا دینے میں عمل اور پاداش عمل کی مناسبت جس طرح یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، اسی طرح یہ تقاضا بھی کرتی ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ ہی کاٹا جائے۔ اس لیے کہ انسانوں میں آلۂ کسب کی حیثیت، اگر غور کیجیے تو اصلاً اسی کو حاصل ہے۔ پھر یہ بھی واضح ہے کہ لفظ 'ید' کے مطلق اطلاق کی بنا پر اسے ہمیشہ پہنچے ہی سے کاٹا جائے گا۔

۳۔ 'جزاء بما کسبا نکالاً من اللہ' یہ اس سزا کا مقصد ہے۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"(اس) میں قطع ید کے دو سبب بیان ہوئے ہیں: ایک یہ کہ یہ مجرم کے جرم کی سزا ہے، دوسرا یہ کہ یہ 'نکال' ہے۔ 'نکال' کے معنی کسی کو ایسی سزا دینے کے ہیں جس سے دوسرے عبرت پکڑیں۔ ان دونوں کے درمیان حرف عطف کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں باتیں اس سزا میں بیک وقت مطلوب ہیں۔ یعنی یہ پاداش عمل بھی ہے اور دوسروں کے لیے سامان عبرت بھی۔ جو لوگ اس کے ان دونوں پہلوؤں پر بیک وقت نظر نہیں ڈالتے، وہ بسا اوقات اس خلجان میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ جرم کے اعتبار سے سزا زیادہ سخت ہے۔ حالاں کہ اس سزا میں متعین اس جرم ہی کی سزا نہیں ہے جو مجرم سے واقع ہوا، بلکہ ان بہت سے جرائم کی روک تھام بھی اس میں شامل ہے جن کا وہ اپنے فعل سے محرک بن سکتا ہے، اگر اس کو ایسی سزا نہ دی جائے جو دوسروں کے حوصلے پست کر دے۔ جنس کی طرح مال کی بھوک بھی انسان کے اندر بڑی شدید ہے۔ اگر اس حرص کو ذرا ڈھیل مل جائے تو پھر اس کے نتائج کیا کچھ نکل سکتے ہیں، اس کا اندازہ کرنے کے لیے موجودہ زمانے کے حالات میں کافی سامان بصیرت موجود ہے، بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھیں موجود ہوں۔ اس زمانے کے کسی متمدن سے متمدن ملک کے صرف ایک سال کے دوران ملک کے جرائم جمع کر لیے جائیں جو محض چوری کی وجہ سے پیش آئے تو وہ آنکھیں کھول

—— میزان ۳۸ ——

☆ جبکہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنا صرف سنت سے ثابت ہے

جاوید غامدی کی کتاب کا عکس

قانون عبادات

مصنف

جاوید احمد غامدی

المورد

۵۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

جاوید غامدی نے اپنی جانب سے لکھا کہ سورج اور چاند گرہن کے موقع پر (اللہ کی گرفت کا اندیشہ محسوس ہوا تو آپ ﷺ نے نماز پڑھی (معاذ اللہ)

——— قانون عبادات ———

درخواست کی تو آپ نماز پڑھ کر اس کے لیے دست بدعا ہوئے۔ سورج اور چاند گرہن کے موقع پر اللہ کی گرفت کا اندیشہ محسوس ہوا تو آپ نے نماز پڑھی۔ بدر و احزاب کے معرکوں میں مسلمان اپنے دشمنوں کے مقابلے میں صف آرا ہوئے تو آپ نے اسی کا سہارا لیا اور اسی کے ذریعے سے اپنے پروردگار کی مدد چاہی۔

یہی نہیں، یہ کہ نماز دعوت حق کی پہچان ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ اس کے نزدیک مصلحین وہی ہیں جو کتاب الٰہی کو اللہ تعالیٰ کے میثاق اور حق و باطل کے لیے میزان کی حیثیت سے پوری مضبوطی کے ساتھ تھامتے اور نماز کا اہتمام کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ، وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ، اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ. (الاعراف ۷: ۱۷۰)

"اور جو اللہ کی کتاب کو مضبوطی کے ساتھ تھامے ہوئے ہیں اور جنھوں نے نماز قائم کر رکھی ہے، (وہی اصلاح کرنے والے ہیں۔ اور) ان اصلاح کرنے والوں کا اجر ہم کبھی ضائع نہ کریں گے۔"

استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے:

"قرآن حکیم کا یہ بیان تجدید دین و اصلاح ملت کی تمام تحریکات اور تمام دعوتوں کے جانچنے کے لیے ایک کسوٹی فراہم کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف وہ دعوت یا تحریک اصلاح ملت کی صحیح دعوت و تحریک ہے جس کے مبدأ و معاد، جس کی ابتدا اور انتہا، جس کے عقیدہ اور عمل، جس کے نصب العین اور پروگرام، دونوں میں نماز اور اقامت نماز کو وہی اولیت اور اہمیت حاصل ہو جو اللہ کے عہد اور اس کی اقامت کی جدوجہد میں فی الواقع از روئے قرآن اس کو حاصل ہے۔ جس دعوت یا تحریک میں نماز کو یہ اولیت و اہمیت حاصل نہ ہو وہ تجدید دین اور اصلاح ملت کے نقطۂ نظر سے ایک بے برکت، بلکہ لاحاصل کام ہے، کیونکہ وہ دین کی اس جڑ ہی سے محروم ہے جس پر تجدید دین کی دعوت کا قالب کھڑا ہوتا ہے اور اس روح سے بھی محروم ہے جس سے اس قالب کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔" (تدبر قرآن ۳/ ۴۰۳)

——— میزان ۱۹ ———

☆ یہ جاوید غامدی نے اپنی طرف سے لکھا ہے اس کا صحیح روایات سے کوئی تعلق نہیں

جاوید احمد غامدی کے نزدیک نیند اور بے ہوشی سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن احتیاطاً وضو کر لیا جائے

قانون عبادات

ہے تو ناک کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اور جب چہرہ دھوتا ہے تو چہرے کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، یہاں تک کہ پلکوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ اور جب دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، یہاں تک کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔ اور جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، یہاں تک کہ کانوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں۔
فرمایا: پھر اس کا مسجد جانا اور نماز پڑھنا اس پر مزید ہوتا ہے۔[59]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری امت کے لوگ بلائے جائیں گے تو وضو کے اثر سے ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔ سو جس کا جی چاہے، وہ اپنی یہ روشنی بڑھا لے۔[60]

وضو اگر ایک مرتبہ کر لیا جائے تو اس وقت تک قائم رہتا ہے، جب تک کوئی ناقض حالت آدمی کو پیش نہ آ جائے۔ چنانچہ وضو کی یہ ہدایت اسی حالت کے لیے ہے، جب وضو باقی نہ رہا ہو، الا یہ کہ کوئی شخص نشاط خاطر کے لیے تازہ وضو کر لے۔ اس صورت میں یہ شریعت کا مطالبہ نہیں، بلکہ محض فضیلت کی چیز ہے۔

وضو کے نواقض درج ذیل ہیں:

۱۔ پیشاب کرنا۔

۲۔ پاخانہ کرنا۔

۳۔ ریح کا خارج ہونا، خواہ آواز سے ہو یا آہستہ۔

۴۔ مذی یا ودی کا خارج ہونا۔

یہ چیزیں کسی بیماری کی وجہ سے نہ ہوں تو ان سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ نیند اور بے ہوشی بجائے

---

[59] الموطا، رقم ۶۰۔ اس سے، ظاہر ہے کہ وہ گناہ مراد نہیں ہیں جو حقوق العباد سے متعلق ہیں یا جن کے لیے توبہ اور تلافی کرنا یا کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔

[60] بخاری، رقم ۱۳۶۔

جاوید احمد غامدی کے نزدیک نیند اور بے ہوشی سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن احتیاطاً وضو کر لیا جائے

ـــــ قانون عبادات ـــــ

خود ناقضِ وضو نہیں ہے، لیکن اس میں چونکہ آدمی اپنے وضو پر متنبہ نہیں رہتا، اس لیے احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس کے بعد بھی وضو لازماً کر لیا جائے۔

سفر، مرض یا پانی کی نایابی کی صورت میں وضو اور غسل، دونوں مشکل ہو جائیں تو نساء اور مائدہ کی جو آیات اوپر نقل ہوئی ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ آدمی تیمم کر سکتا ہے۔ اس کا طریقہ بھی آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ کوئی پاک جگہ دیکھ کر اس سے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کر لیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ آپ نے اس کے لیے دونوں ہاتھ مٹی پر مارے، پھر ان پر پھونک مار کر الٹے ہاتھ سے سیدھے ہاتھ پر اور سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ پر مسح کیا، پھر دونوں ہاتھوں سے چہرے پر مسح کر لیا۔[۲] قرآن نے صراحت کی ہے کہ تیمم ہر قسم کی نجاست میں کفایت کرتا ہے۔ وضو کے نواقض میں سے کوئی چیز پیش آئے تو اس کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے اور مباشرت کے بعد غسل جنابت کی جگہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح یہ صراحت بھی کی ہے کہ مرض اور سفر کی حالت میں پانی موجود ہوتے ہوئے بھی آدمی تیمم کر سکتا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"مرض میں وضو یا غسل سے ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے، اس وجہ سے یہ رعایت ہوئی ہے۔ اسی طرح سفر میں مختلف حالتیں ایسی پیش آ سکتی ہیں کہ آدمی کو تیمم ہی پر قناعت کرنی پڑے۔ مثلاً، پانی نایاب تو نہ ہو، لیکن کمیاب ہو، اندیشہ ہو کہ اگر غسل وغیرہ کے کام میں لایا گیا تو پینے کے لیے پانی تھڑ جائے گا یا ڈر ہو کہ اگر نہانے کے اہتمام میں لگے تو قافلے کے ساتھیوں سے بچھڑ جائیں گے یا ریل اور جہاز کا ایسا سفر ہو کہ غسل کرنا شدید زحمت کا باعث ہو۔" (تدبر قرآن ۲/ ۳۰۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کے اسی حکم پر قیاس کرتے ہوئے موزوں اور عمامے پر مسح کیا[۳] اور لوگوں کو اجازت دی ہے کہ اگر موزے وضو کر کے پہنے ہوں تو ان کے مقیم ایک شب و روز اور مسافر تین شب و روز کے لیے موزے اتار کر پاؤں دھونے کے بجائے ان پر مسح کر سکتے ہیں۔[۴]

۲؎ بخاری، رقم ۳۳۱، ۳۴۰۔ ابوداؤد، رقم ۳۲۲۔

۳؎ بخاری، رقم ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۳۔ مسلم، رقم ۲۷۴، ۲۷۵۔

۴؎ مسلم، رقم ۲۷۶۔

ـــــ میزان ۴۳ ـــــ

جاوید احمد غامدی کے نزدیک صرف فرضوں کی پکڑ ہے واجب (وتر) اور سنت مؤکدہ کے چھوڑنے پر کوئی پکڑ نہیں

عشا کا وقت ایک احتساب کا وقت ہے۔ رات کی تاریکی ہوتی ہے اور حرکت و عمل کے آخری آثار بھی ختم کر رہی ہے۔ آدمی ہر چیز سے کنارہ کش ہو کر سکون اور آرام کا طالب ہوتا ہے کہ آنے والی منزل کے سفر کے لیے تازہ دم ہو سکے۔ یہ وقت اس بات کے لیے نہایت موزوں ہوتا ہے کہ آدمی بستر پر جانے سے پہلے ایک مرتبہ اپنے رب کے حضور میں حاضری دے لے۔ ممکن ہے یہ فرصت آخری فرصت ہی ہو اور آج کے سونے کے بعد اس کو جاگنا نصیب نہ ہو۔"

(تزکیہ نفس ۲۳۲)

نماز کی رکعتیں

نماز کے لیے جو رکعتیں شریعت میں مقرر کی گئی ہیں، وہ یہ ہیں:

فجر: ۲ رکعت

ظہر: ۴ رکعت

عصر: ۴ رکعت

مغرب: ۳ رکعت

عشا: ۴ رکعت

نماز کی فرض رکعتیں یہی ہیں جن کے چھوڑنے پر قیامت میں مواخذہ ہوگا۔ چنانچہ ان صورتوں کے سوا جن میں قصر کی اجازت دی گئی ہے، یہ لازماً پڑھی جائیں گی۔ ان کے علاوہ باقی سب نمازیں نفل ہیں جن کا پڑھنا باعث اجر ہے، لیکن ان کے چھوڑ دینے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی مواخذے کا اندیشہ نہیں ہے۔

نماز میں رعایت

نماز کا وقت کسی خطرے کی حالت میں آ جائے تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ پیدل چلتے ہوئے یا سواری پر، جس طرح ممکن ہو، نماز پڑھ لی جائے۔ اس میں ظاہر ہے کہ جماعت کا اہتمام

میزان ۵۵

جاوید احمد غامدی کی شریعت:
نماز ہر نیک و بد مسلمان کے پیچھے پڑھی جائے گی

رَسُوْلُ اللّٰہِ ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔[217]

امامت

نماز ہر نیک و بد مسلمان کے پیچھے پڑھی جائے گی۔ تاہم اس کی امامت کے لیے کسی کا انتخاب پیش نظر ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ یہ ذمہ داری اس شخص کو دی جائے جو لوگوں میں زیادہ قرآن پڑھنے والا ہو۔ پھر اگر وہ قرآن پڑھنے میں برابر ہوں تو جو ان میں سنت کا زیادہ جاننے والا ہو، اگر سنت کے جاننے میں برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو، اور اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو۔ نیز فرمایا کہ کوئی شخص کسی کے دائرۂ اختیار میں امامت نہ کرے، بلکہ جس کے ہاں جائے اس کی امامت میں نماز پڑھے۔[218]

آپ کا ارشاد ہے کہ امام کو ہلکی نماز پڑھانی چاہیے۔ اس لیے کہ اس کے پیچھے بیمار بھی ہو سکتے ہیں، کمزور بھی اور بوڑھے بھی۔[219] انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کامل، مگر ہلکی نماز پڑھاتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ کا معاملہ تو یہ تھا کہ کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس کی ماں کی تشویش کے خیال سے نماز مزید ہلکی کر دیتے تھے۔[220]

امام کو نماز کی صفیں خاص اہتمام کے ساتھ سیدھی کرانی چاہییں۔ نعمان بن بشیر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں اس طرح سیدھی کراتے تھے، گویا ان سے تیر سیدھے کر رہے ہوں۔[221]

---

۲۱۷ ابوداؤد، رقم ۵۰۲۔

۲۱۸ مسلم، رقم ۶۷۳۔

۲۱۹ بخاری، ۶۷۱۔

۲۲۰ بخاری، رقم ۶۷۶۔

۲۲۱ مسلم، رقم ۴۳۶۔

جاوید غامدی نے لکھا کہ زکوٰۃ کے مصارف پر تملیک ذاتی کی جو شرط فقہاء نے عائد کی ہے، اس کیلئے کوئی ماخذ قرآن وسنت میں موجود نہیں ہے

——— قانون معیشت ———

ریاست زکوٰۃ لے گی تو اس کے دینے والے بھی ہوں گے اور وصول کرنے والے بھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ دینے والے اپنے اوپر زیادتی کے باوجود ان لوگوں کو راضی کرنے کی کوشش کریں جو ان کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے آئیں[۲۳۶] اور وصول کرنے والے خیانت نہ کریں[۲۳۷]، زکوٰۃ دینے والوں کو اپنے پاس بلانے کے بجائے ان کی جگہ پر پہنچ کر ان سے زکوٰۃ وصول کریں[۲۳۸]، زکوٰۃ میں ان کا بہترین مال سمیٹ لینے کی کوشش نہ کریں اور مظلوم کی بددعا سے بچیں، اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔[۲۳۹]

زکوٰۃ کا قانون یہی ہے۔ تاہم اس معاملے میں عام غلط فہمیوں کے باعث یہ چند باتیں مزید واضح رہنی چاہئیں:

ایک یہ کہ زکوٰۃ کے مصارف پر تملیک ذاتی کی جو شرط ہمارے فقہا نے عائد کی ہے، اس کے لیے کوئی ماخذ قرآن وسنت میں موجود نہیں ہے۔ اس وجہ سے زکوٰۃ جس طرح فرد کے ہاتھ میں دی جا سکتی ہے، اسی طرح اس کی بہبود کے کاموں میں بھی خرچ کی جا سکتی ہے۔[۲۴۰]

دوسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے اور اپنے خاندان کے لوگوں کے لیے زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ لینے کی ممانعت فرمائی تو اس کی وجہ ہمارے نزدیک یہ تھی کہ اموال غنائم میں سے ایک حصہ آپ کی اور آپ کے اعزہ واقربا کی ضرورتوں کے لیے مقرر کر دیا گیا تھا۔[۲۴۱] یہ حصہ بعد میں بھی ایک عرصے تک باقی رہا۔ لیکن اس طرح کا کوئی اہتمام، ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لیے نہ

---

۲۳۶ مسلم، رقم ۹۸۹۔ ابوداؤد، رقم ۱۵۸۹۔

۲۳۷ مسلم، رقم ۱۸۳۳۔

۲۳۸ ابوداؤد، رقم ۱۵۹۱۔

۲۳۹ مسلم، رقم ۱۹۔

۲۴۰ اس موضوع پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو، استاذ امام امین احسن اصلاحی کی کتاب "توضیحات" میں ان کا مضمون: "مسئلۂ تملیک"۔

۲۴۱ مسلم، رقم ۱۰۷۲، ۱۰۶۹۔

جاوید غامدی کے نزدیک بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی ہے

قانون عبادات

ہوسکتا ہے اور بجائے کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا بنی ہاشم کے فقرا و مساکین کی ضرورتیں بھی زکوٰۃ کے اموال سے صاحب بغیر کسی تردد کے پوری کی جاسکتی ہیں۔

تیسری یہ کہ ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی اور جن چیزوں سے زکوٰۃ وصول کرے، ان کے لیے عام دستور کے مطابق کوئی نصاب بھی مقرر کرسکتی ہے۔ روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقصد سے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ نہیں لی اور مال، مواشی اور زرعی پیداوار میں اس کا نصاب مقرر فرمایا۔ یہ نصاب درج ذیل ہے:

مال میں ۵ اوقیہ / ۶۴۲ گرام چاندی

پیداوار میں ۵ وسق / ۶۵۳ کلوگرام کھجور

مواشی میں ۵ اونٹ، ۳۰ گائیں اور ۴۰ بکریاں۔

آپ کا ارشاد ہے: 'قد عفوت عن الخیل والرقیق' (میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کر دی ہے)۔ اسی طرح فرمایا ہے:

لیس فیما دون خمسۃ اوسق من التمر صدقۃ، ولیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقۃ، ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقۃ.	"۵ وسق سے کم کھجور میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے، ۵ اوقیہ سے کم چاندی میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے اور ۵ سے کم اونٹوں میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔"

(الموطا، رقم ۵۶۸)

چوتھی یہ کہ جو کچھ صنعتیں اس زمانے میں وجود میں لاتیں اور اہل فن اپنے فن کے ذریعے سے پیدا کرتے اور جو کچھ کرایے، فیس اور معاوضہ خدمات کی صورت میں حاصل ہوتا ہے، وہ بھی اگر مناسب حکم کی رعایت ملحوظ رہے تو پیداوار ہی ہے۔ اس وجہ سے اس کا الحاق اموال تجارت کے بجائے

۳۴۲ ابوداؤد، رقم ۱۵۷۴۔

جاوید غامدی کی کتاب کا عکس

خورونوش

مصنف
جاوید احمد غامدی

المورد
المورد
۵۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

جاوید احمد غامدی کی شریعت:
معروف اور منکر کا تعین انسانی فطرت کرتی ہے

—— میزان ——

حلال ہیں)۔ اس سے یہ بات آپ سے آپ واضح ہوئی کہ خبائث ہر حال میں ممنوع ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے اس معاملے میں افراط و تفریط کا جو رویہ اختیار کیا، اس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انھیں ایمان کی دعوت دیتے ہوئے بھی یہ حقیقت اس طرح واضح فرمائی ہے:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ. (الاعراف ۷: ۱۵۷)

"(یہ پیغمبر) ان کے لیے طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام ٹھیراتا ہے اور ان کے وہ بوجھ اتارتا اور بندشیں توڑتا ہے جو اب تک ان پر رہی ہیں۔"

ان طیبات و خبائث کی کوئی جامع و مانع فہرست شریعت میں کبھی پیش نہیں کی گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت اس معاملے میں بالعموم اس کی صحیح رہنمائی کرتی ہے اور وہ بغیر کسی تردد کے فیصلہ کر لیتا ہے کہ کیا چیز طیب اور کیا خبیث ہے۔ وہ ہمیشہ سے جانتا ہے کہ شیر، چیتے، ہاتھی، چیل، کوے، گدھ، عقاب، سانپ، بچھو اور خود انسان کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے۔ اسے معلوم ہے کہ گھوڑے اور گدھے دستر خوان کی لذت کے لیے نہیں، سواری کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ ان جانوروں کے بول و براز کی نجاست سے بھی وہ پوری طرح واقف ہے۔ نشہ آور چیزوں کی غلاظت کو سمجھنے میں بھی اس کی عقل عام طور پر صحیح نتیجے پر پہنچتی ہے۔ چنانچہ خدا کی شریعت نے اس معاملے میں انسان کو اصلاً اس کی فطرت ہی کی رہنمائی پر چھوڑ دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچلی والے درندوں، چنگال والے پرندوں، جلالہ[2] اور پالتو گدھے[3] وغیرہ کا گوشت کھانے کی جو ممانعت روایت ہوئی ہے، وہ اسی فطرت کا بیان ہے۔ شراب کی ممانعت سے متعلق قرآن کا حکم بھی اسی قبیل سے ہے۔ لوگوں نے جب زمانۂ نزول قرآن میں اس سے متعلق بعض فوائد کے پیش نظر بار

۱ مسلم، رقم ۱۹۳۴۔

۲ نسائی، رقم ۴۴۴۷۔ اس سے مراد وہ جانور ہے جو گندگی کھانے کی عادت کے باعث بدبودار ہو گیا ہو۔

۳ بخاری، رقم ۳۹۸۱۔

—— میزان ۹ ——

☆ جبکہ معروف و منکر کا تعین وحی الٰہی سے ہوتا ہے

جاوید احمد غامدی کی شریعت:
حرام جانوروں کی تجارت اور ان کا استعمال ممنوع نہیں ہے

—— خور و نوش ——

ہے۔ دوسری طرف اس سے نہ صرف زندگی، بلکہ صحت بھی نہایت اعلیٰ معیار پر قائم رکھی جا سکتی ہے۔ غیر متجانف لاثم کی قید اس حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے کہ رخصت بہر حال رخصت ہے اور حرام بہر شکل حرام ہے۔ نہ کوئی حرام چیز شیر مادر بن سکتی، نہ رخصت کوئی ابدی پروانہ ہے۔ اس اجازت سے یہ بات کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ رفع اضطرار کی حد سے آگے بڑھے۔ اگر ان پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی شخص کسی حرام سے اپنی زندگی بچا لے گا تو اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ اگر اس اجازت سے فائدہ اٹھا کر اپنے حظ نفس کی راہیں کھولے گا تو اس کی ذمہ داری خود اس پر ہے۔ یہ اجازت اس کے لیے قیامت کے دن عذر خواہ نہیں بنے گی۔" (تدبر قرآن ۱/ ۴۵۸)

یہ سب چیزیں، جس طرح کہ قرآن کی ان آیات سے واضح ہے، صرف خور و نوش کے لیے حرام ہیں۔ رہے ان کے دوسرے استعمالات تو وہ بالکل جائز ہیں۔ کسی صاحب ایمان کو اس معاملے میں ہرگز کوئی تردد نہیں ہونا چاہیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے مطابق یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر صراحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے:

قال: تصدق على مولاة لميمونة بشاة فماتت، فمر بها رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: هلا أخذتم إهابها فدبغتموه فانتفعتم به؟ فقالوا: إنها ميتة، فقال: إنما حرم أكلها. (مسلم، رقم ۸۰۶)

"سیدہ میمونہ کی ایک لونڈی کو بکری صدقے میں دی گئی تھی۔ وہ مر گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا: تم نے اس کی کھال کیوں نہیں اتاری کہ دباغت کے بعد اس سے فائدہ اٹھاتے؟ لوگوں نے عرض کیا: یہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کا صرف کھانا ہی حرام ہے۔"

—— میزان ۴۰ ——

جبکہ حرام جانوروں میں خنزیر بھی ہے، خنزیر نجس العین ہے لہٰذا اس کی کھال اور دوسرے اجزاء کا استعمال اور تجارت ناجائز ہے۔

جاوید غامدی کی کتاب کا عکس

اصول و مبادی

تصنیف
جاوید احمد غامدی

المورد
۵۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

جاوید غامدی کے نزدیک قرآن مجید کی صرف ایک ہی قرأت درست ہے، باقی سب قرأتیں عجم کا فتنہ ہیں

رأيه وعلمه بثلاثة انواع ينقض بعضها بعضا، ولا يشعر بالذي مضى من رأيه في ذلك، فهذا الذي يدعوني الى ترك ما انكرت تركي اياه.

(اعلام الموقعین، ابن قیم ۳/۸۳-۸۵)

ایک ہی چیز کے متعلق ان کا جواب تین طرح کا ہوا کرتا تھا جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نقیض ہوتا اور انھیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس سے پہلے کیا کہہ چکے ہیں۔ میں نے ایسی ہی چیز اس کی وجہ سے انھیں چھوڑا تھا، جسے تم نے پسند نہیں کیا۔"

یہ ان روایتوں کی حقیقت ہے۔ لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قرأت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے۔ اس کے علاوہ اس کی جو قرأتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں، وہ سب اسی فتنۂ عجم کے باقیات ہیں جس کے اثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ، افسوس ہے کہ محفوظ نہیں رہ سکا۔

ان کی ابتدا ہو سکتا ہے کہ عرضۂ اخیرہ سے پہلے کی قرأت پر بعض لوگوں کے اصرار اور اس میں راویوں کے سہو و نسیان ہی سے ہوئی ہو، لیکن بعد میں انھی محرکات کے تحت جو وضع حدیث کا باعث ہوئے، ان قرأتوں کے فروغ کا یہ عالم ہوا کہ بنو امیہ کی حکومت کے اختتام تک یہ درجنوں کی تعداد میں منظر عام پر آ چکی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو عبید قاسم بن سلام نے، جن کی وفات ۲۲۴ھ میں ہوئی، ان میں سے پچیس کا انتخاب اپنی کتاب میں کیا تھا۔ اس وقت جو سات قرأتیں مشہور ہیں، یہ ابو بکر بن مجاہد نے تیسری صدی کے آخر میں کسی وقت منتخب کی تھیں۔ لہٰذا یہ بات عام طور پر مانی جاتی ہے کہ ان کی کوئی تعداد متعین نہیں کی جا سکتی، بلکہ ہر وہ قرأت قرآن ہے جس کی سند صحیح ہو، جو مصاحف عثمانی سے احتمالاً ہی سہی، موافقت رکھتی ہو اور کسی نہ کسی پہلو سے عربیت کے مطابق قرار دی جا سکے۔ ان میں سے بعض کو لوگ متواتر کہتے ہیں، دراں حالیکہ ان کی جو سندیں کتابوں میں موجود ہیں، انھیں دیکھنے کے بعد اس بات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ محض آحاد ہیں جن میں

☆ قرآن مجید کی سات (سبعہ) قراتیں حدیث شریف سے ثابت ہیں۔

حدیث شریف: عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے سنا کہ حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ سورۃ فرقان اور ہی طریقے سے پڑھ رہے تھے۔ اس کے علاوہ جیسے مجھے رسول پاک ﷺ نے پڑھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں ان پر ٹوٹ پڑتا، لیکن میں نے انہیں مہلت دی یہاں تک کہ وہ فارغ ہو گئے۔ پھر میں نے اپنی چادر ان کے گلے میں ڈالی اور لے کر رسول پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ میں عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے انہیں سورۃ فرقان پڑھتے ہوئے سنا۔ اس طریقے کے علاوہ جیسے مجھے پڑھائی گئی۔ پس رسول پاک ﷺ نے ان سے فرمایا کہ پڑھو۔ پس انہوں نے اسی طرح پڑھی جیسے میں نے انہیں پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ چنانچہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح نازل فرمائی گئی ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ پڑھو میں نے پڑھی تو فرمایا کہ اسی طرح نازل فرمائی گئی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس قرآن مجید کو سات قراتوں میں نازل کیا گیا ہے۔ پس اسے پڑھو جس طرح کسی کے لئے آسان ہو

(ابوداؤد، جلد اول، باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف، حدیث 1461، ص 545، مطبوعہ فرید بک لاہور)

☆ جاوید احمد غامدی نے حدیث شریف کا بھی انکار کیا اور باقی سب قراتوں کو عجم کا فتنہ قرار دیا (معاذ اللہ)

جاوید احمد غامدی نے آزر بت پرست کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد قرار دیا

——— اصول و مبادی ———

پہلا اصول

پہلا اصول یہ ہے کہ سنت صرف وہی چیز ہو سکتی ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے دین ہو۔ قرآن اس معاملے میں بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی اس کا دین پہنچانے ہی کے لیے مبعوث ہوتے تھے۔ ان کے علم و عمل کا دائرہ یہی تھا۔ اس کے علاوہ اصلاً کسی چیز سے انھیں کوئی دل چسپی نہ تھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ اپنی حیثیت نبوی کے ساتھ وہ ابراہیم بن آزر بھی تھے، موسیٰ بن عمران اور عیسیٰ ابن مریم بھی تھے اور محمد بن عبد اللہ بھی، لیکن اپنی اس حیثیت میں انھوں نے لوگوں سے کبھی کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ ان کے تمام مطالبات صرف اس حیثیت سے تھے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور نبی کی حیثیت سے جو چیز انھیں دی گئی ہے، وہ دین اور صرف دین ہے جسے لوگوں تک پہنچا دینا ان کی اصل ذمہ داری ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ. (الشوریٰ ۴۲: ۱۳)	”اس نے تمھارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جس کی وحی (اے پیغمبر، اب) ہم نے تمھاری طرف کی ہے اور جس کی ہدایت ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو فرمائی، اس تاکید کے ساتھ کہ (اپنی زندگی میں) اس دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ پیدا نہ کرو۔“

چنانچہ یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں تیر و تلوار اور اسی طرح کے دوسرے اسلحہ استعمال کیے ہیں، اونٹوں پر سفر کیا ہے، مسجد بنائی ہے تو اس کی چھت کھجور کے تنوں سے پاٹی ہے، اپنے تمدن کے لحاظ سے بعض کھانے کھائے ہیں اور ان میں سے کسی کو پسند اور کسی کو ناپسند کیا ہے، ایک خاص وضع قطع کا لباس پہنا ہے جو عرب میں اس وقت پہنا جاتا تھا اور جس کے انتخاب میں آپ کے شخصی ذوق کو بھی دخل تھا، لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی سنت نہیں ہے اور نہ کوئی

☆ یاد رہے کہ آزر بت پرست حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد نہ تھا بلکہ چچا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام "تارخ" تھا۔

1: دلیل: امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ "فتح الباری" میں کتاب الانبیاء باب واتخذو الله ابراهیم خلیلا کے تحت فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام "تارخ" تھا بخاء معجمہ ہے اور جمہور نسابین کے نزدیک اس میں اختلاف نہیں اور یہی صحیح ہے (فتح الباری، جلد ششم، ص388)

2: دلیل: "تفسیر حقانی" میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب یوں بیان کیا گیا ہے:

"ابراهیم بن تارخ بن ناخور ابن ساروع ابن تالع ابن عابر ابن تالع ابن ارفحشذ ابن سام بن نوح" (تفسیر حقانی)

3: دلیل: قاموس جو کہ عربی لغت کی مشہور کتاب کا نام ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے (قاموس)

4: دلیل: امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "مسالک الحنفاء" میں لکھا ہے کہ چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول تھا، بالخصوص عرب ممالک میں چچا کو (اب، باپ) بھی کہا جاتا ہے۔

جاوید غامدی کی شریعت: ممانعت صرف ان تصویروں کی ہے جو پرستش کے لیے بنائی گئی ہوں، ہر تصویر ناجائز نہیں ہے

—— اصول و مبادی ——

سب چیزیں اگر ملحوظ نہ رکھی جائیں تو نہایت واضح باتیں بھی بسا اوقات لاینحل معما بن جاتی ہیں۔ فہم حدیث میں اس اصول کی اہمیت غیر معمولی ہے۔ 'الائمة من قریش'[۲۹] مشہور روایت ہے۔ اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے اور سے علما اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ مسلمانوں کے حکمران صرف قریش ہی میں سے ہوں گے۔ دراں حالیکہ یہ بات مان لی جائے تو اسلام اور برہمنیت میں کم سے کم سیاسی نظام کی حد تک کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ اس مغالطے کی وجہ محض یہ ہوئی کہ ایک بات جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد کی سیاسی صورت حال کے لحاظ سے کہی گئی تھی، اسے دین کا مستقل حکم سمجھ لیا گیا۔ حدیث کے ذخیرے میں اس طرح کی روایتیں بہت ہیں اور ان کے موضوعات بھی نہایت اہم ہیں۔ ان کا منشا سمجھنے میں اس اصول کی رعایت ناگزیر ہے۔

احادیث باب پر نظر

چوتھی چیز یہ ہے کہ کسی حدیث کا مدعا متعین کرتے وقت اس باب کی تمام روایات پیش نظر رکھی جائیں۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی حدیث کا ایک مفہوم سمجھتا ہے، لیکن اسی باب کی تمام روایتوں کا مطالعہ کیا جائے تو وہ مفہوم بالکل دوسری صورت میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال تصویر سے متعلق روایتیں ہیں۔ ان میں سے بعض کو دیکھیے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی تصاویر ممنوع قرار دی گئی ہیں، لیکن تمام روایتیں جمع کیجیے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ممانعت کا حکم صرف ان تصویروں کے بارے میں ہے جو پرستش کے لیے بنائی گئی ہوں۔ حدیث کے ذخیرے سے اس طرح کی بیسیوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ کسی حدیث کے مفہوم میں تردد ہو تو احادیث باب کو جمع کیے بغیر اس کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہ کی جائے۔

عقل و نقل

پانچویں چیز یہ ہے کہ حدیث کے سمجھنے میں یہ بات ملحوظ رکھی جائے کہ عقل و نقل میں ہرگز کوئی

۲۹ احمد بن حنبل، رقم ۱۲۳۲۹۔

تصویر کی ممانعت احادیث کی روشنی میں

حدیث شریف: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے گھر میں تصویر رکھنے اور اس کے بنانے سے منع فرمایا (ترمذی جلد اول، ابواب لباس، حدیث 1803، ص 842، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

حدیث شریف: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جس نے تصویر بنائی، اللہ تعالیٰ اسے عذاب میں مبتلا کرے گا یہاں تک کہ وہ اس میں روح پھونک دے۔ حالانکہ وہ اس میں روح نہ پھونک سکے گا اور جو آدمی ان لوگوں کو بات سننے کیلئے کان لگا رکھے جو اس سے بھاگتے ہوں، قیامت کے دن اس شخص کے کانوں میں پگھلایا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا (ترمذی جلد اول، ابواب لباس حدیث 1805، ص 842، مطبوعہ فرید بک اسٹال، لاہور)

جاوید غامدی کی کتاب کا عکس

حدود و تعزیرات

مصنف

جاوید احمد غامدی

المورد

۵۱ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

جاوید غامدی کی شریعت: عورت اور مرد کی دیت برابر ہے اور قتل خطاء میں دیت کی مقدار تبدیل ہو سکتی ہے

—— حدود و تعزیرات ——

دلالت کرتے ہیں، وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ مخاطب کے عرف میں جس چیز کا نام دیت ہے، وہ مقتول کے ورثہ کے سپرد کر دی جائے۔ سورۂ بقرہ میں قرآن مجید نے جہاں قتل عمد کی دیت کا حکم بیان کیا ہے، وہاں بھی بات لفظ 'معروف' کی صراحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے:

فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ. (۲: ۱۷۸)

"پھر جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ رعایت کی گئی تو معروف کے مطابق اس کی پیروی کی جائے اور جو کچھ بھی خون بہا ہو، وہ خوبی کے ساتھ ادا کر دیا جائے۔"

نساء اور بقرہ کی ان آیات سے واضح ہے کہ خطا اور عمد، دونوں میں قرآن کا حکم یہی ہے کہ دیت معاشرے کے دستور اور رواج کے مطابق ادا کی جائے۔ قرآن نے خود دیت کی کسی خاص مقدار کا تعین کیا ہے، نہ عورت اور مرد، غلام اور آزاد، مسلم اور غیر مسلم کی دیتوں میں کسی فرق کی پابندی ہمارے لیے لازم ٹھیرائی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کے فیصلے اپنے زمانے میں عرب کے دستور کے مطابق کیے۔ فقہ و حدیث کی کتابوں میں دیت کی جو مقداریں بیان ہوئی ہیں، وہ اسی دستور کے مطابق ہیں۔ عرب کا یہ دستور اہل عرب کے تمدنی حالات اور تہذیبی روایات پر مبنی تھا۔ زمانے کی گردش نے کتاب تاریخ میں چودہ صدیوں کے ورق الٹ دیے ہیں۔ تمدنی حالات اور تہذیبی روایات، ان سب میں زمین و آسمان کا تغیر واقع ہو گیا ہے۔ اب ہم دیت میں اونٹ دے سکتے ہیں، نہ اونٹوں کے لحاظ سے اس دور میں دیت کا تعین کوئی دانش مندی ہے۔ عاقلہ کی نوعیت بالکل بدل گئی ہے اور قتل خطا کی وہ صورتیں وجود میں آ گئی ہیں جن کا تصور بھی اس زمانے میں ممکن نہیں تھا۔ قرآن مجید کی ہدایت ہر دور اور ہر معاشرے کے لیے ہے، چنانچہ اس نے اس معاملے میں معروف کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ قرآن کے اس حکم کے مطابق ہر معاشرہ اپنے ہی معروف کا پابند ہے۔ ہمارے معاشرے میں دیت کا کوئی قانون چونکہ پہلے سے موجود نہیں ہے، اس وجہ سے ہمارے ارباب حل و عقد کو اختیار ہے کہ چاہیں تو عرب کے اسی دستور کو برقرار رکھیں

☆ جبکہ اسلام میں عورت کی دیت آدھی اور مرد کی مکمل ہے اور قتل خطاء میں دیت کی مقدار تبدیل نہیں ہو سکتی۔

☆ امام بخاری علیہ الرحمہ کے ایک ہم عصر محدث حضرت محمد بن نصر مروزی علیہ الرحمہ (متوفی 294ھ) کی کتاب "السنۃ" میں ایک روایت نقل ہے کہ ہم سے اسحٰق نے روایت کیا۔ انہوں نے ابواسامہ سے، انہوں نے محمد بن عمرو بن علقمہ سے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے دیات کے بارے میں ایک کتاب لکھی جس میں یہ تحریر تھا کہ رسول پاک ﷺ کے عہد میں مسلمان مرد کی دیت سو اونٹ تھے۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اپنے زمانے میں) شہریوں کے لئے اس مقدار کے متبادل پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم دیت مقرر کی۔

واضح رہے جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے اس کتاب میں امام صاحب نے صرف وہ حدیثیں شامل کی ہیں، جن کو "سنت ثابتہ" کا درجہ حاصل ہے۔ لہٰذا عورت کی دیت کے مسئلے میں رسول پاک ﷺ کی سنت یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔

جاوید غامدی کی شریعت: عورت اور مرد کی دیت برابر ہے اور قتل خطاء میں دیت کی مقدار تبدیل ہو سکتی ہے

اور چاہیں تو اس کی کوئی دوسری صورت تجویز کریں۔ بہر حال، وہ جو صورت بھی اختیار کریں گے، معاشرہ اسے قبول کر لیتا ہے تو ہمارے لیے وہی معروف قرار پائے گی۔ پھر معروف چونکہ قوموں کے بارے میں یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ حالات اور زمانہ کی تبدیلی سے اس میں تغیر کیا جا سکتا ہے اور کسی معاشرے کے ارباب حل و عقد اگر چاہیں تو اپنے اجتماعی مصالح کے لحاظ سے انھیں نئے سرے سے مرتب کر سکتے ہیں۔

زنا

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ، وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ، اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ. اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً، وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ، وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

(النور ۲۴: ۲-۳)

"زانی مرد ہو یا عورت، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، اور اللہ کے اس قانون کو نافذ کرنے میں ان کے ساتھ کسی نرمی کا جذبہ تمھیں دامن گیر نہ ہونے پائے، اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر فی الواقع ایمان رکھتے ہو۔ اور ان کی اس سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت وہاں موجود رہنی چاہیے۔ یہ زانی نکاح نہ کرنے پائے، مگر زانیہ اور مشرکہ کے ساتھ، اور اس زانیہ کے ساتھ نکاح نہ کرے، مگر کوئی زانی یا مشرک۔ اہل ایمان پر یہ بہر حال حرام ٹھیرایا گیا ہے۔"

زنا کی سزا کا پہلا حکم سورۂ نساء میں آیا ہے۔ اس میں کوئی متعین سزا بیان نہیں کی گئی، صرف اتنی بات کہی گئی ہے کہ زنا کی عادی بد چلن عورتوں کے لیے جب تک کوئی حکم نازل نہیں ہوتا، انھیں گھروں میں بند کر دیا جائے اور اس جرم کے عام مرتکبین کو ایذا دی جائے، یہاں تک کہ وہ توبہ کر کے اپنے طرز عمل کی اصلاح پر آمادہ ہو جائیں۔ ایذا انھیں [illegible]

آثارِ صحابہ اور اجماعِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

☆ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کا یہ قول ہے کہ عورت کے قتل نفس اور زخموں کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے (سنن الکبریٰ از امام بیہقی، جلد 8، ص 96، کتاب الحج از امام محمد، جلد چہارم، ص 284)

☆ تفسیر نیشاپوری (تفسیر غرائب القرآن) میں اسی آیت دیت کے تحت مذکور ہے کہ "ان دیۃ المرءۃ نصف دیۃ الرجل باجماع المعتبرین من الصحابۃ" عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے اور اس پر معتبر صحابہ کا اجماع ہے۔

اجماعِ اُمت

علامہ ابن رشد اپنی کتاب "بدایۃ المجتہد" میں ائمہ اربعہ کے متفقہ مسلک کے طور پر بیان فرماتے ہیں "اما دیۃ المرءۃ فانہم اتفقوا علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس فقط" باقی رہا عورت کا معاملہ، تو اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے۔

(بدایۃ المجتہد، جلد 2، ص 315)

جاوید غامدی کی شریعت: زانی کنوارا ہو یا شادی شدہ دونوں کی سزا صرف سو کوڑے ہے

—— حدود و تعزیرات ——

نصیحت و ملامت سے لے کر اصلاح کے حد تک مار پیٹ سب شامل ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ، فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا. وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا، فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. (النساء ۴: ۱۵-۱۶)

"اور تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کرتی ہیں، ان پر اپنے اندر سے چار گواہ طلب کرو۔ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان کو گھروں میں بند کر دو، یہاں تک کہ موت انھیں لے جائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ نکال دے۔ اور وہ مرد و عورت جو تم میں سے یہ بدکاری کریں، انھیں ایذا پہنچاؤ۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور اصلاح کر لیں تو ان سے درگزر کرو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔"

سورۂ نور میں زنا کی باقاعدہ سزا کے نازل ہونے تک شریعت کا حکم یہی تھا۔ نور کی زیر بحث آیات نے اسے ختم کر دیا اور زنا کے عام مجرمین کے لیے ایک متعین سزا ہمیشہ کے لیے مقرر کر دی گئی۔

تفصیلات یہ ہیں:

۱۔ زانی مرد ہو یا عورت، اس کا جرم اگر ثابت ہو جائے تو اس کی پاداش میں اسے سو کوڑے مارے جائیں گے۔ اس کے لیے جو طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین نے اختیار کیا اور جس کی وضاحت حدیث و فقہ کی کتابوں میں اس زمانے کے بعض مقدمات کی رودادوں سے ہوتی ہے، اس کی رو سے:

ا۔ مارنے کے لیے خواہ کوڑا استعمال کیا جائے یا بید، دونوں صورتوں میں وہ نہ بہت سوکھا اور سخت ہونا چاہیے اور نہ بہت پتلا اور نرم، بلکہ اوسط درجے کا ہونا چاہیے۔[۱]

۱؎ الموطا، رقم ۱۵۰۸۔ احکام القرآن، الجصاص ۳/ ۲۶۲۔ احکام القرآن، ابن العربی ۳/ ۱۳۲۶۔

☆ جبکہ شادی شدہ زانی کی سزا از روئے سنت سنگساری ہے

حدیث شریف: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس آدمی نے آپ ﷺ کو آواز دی اور کہا "اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے" آپ ﷺ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ اس آدمی نے آپ ﷺ کو چار مرتبہ متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ پھر جس وقت اس نے چار دفعہ قسم کھا کر اپنے جرم کا اقرار کیا تو نبی پاک ﷺ نے اسے بلا کر پوچھا "کیا تو پاگل ہے؟" وہ بولا نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو شادی شدہ ہے؟ جواب ملا جی ہاں۔ اس کے بعد نبی پاک ﷺ نے حکم دیا لوگو! اسے لے جا کر سنگسار کر دو (صحیح بخاری: 6814)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ شادی شدہ زانی کی سزا سنگساری ہے لہذا حدیث کے مقابل اپنی رائے دینا گمراہی اور بے دینی ہے۔

جاوید غامدی کی کتاب کا عکس

مقامات

تالیف

جاوید احمد غامدی

المورد

المورد
ادارہ علم و تحقیق

جاوید غامدی کی شریعت: تراویح کی نماز کوئی الگ نماز نہیں ہے، یہ در حقیقت تہجد ہی کی نماز ہے

[illegible]

اس خرابی کا ایک علاج تو یہ ہے کہ آدمی خاموشی کو روزے کا ادب سمجھے اور زیادہ سے زیادہ یہی کوشش کرے کہ اس کی زبان پر کم سے کم اس ہیجان میں تو تالا لگا رہے۔ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ آدمی اگر ہر قسم کی جھوٹی سچی باتیں زبان سے نکالتا ہے تو اللہ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

اس کا دوسرا علاج یہ ہے کہ جو وقت ضروری کاموں سے بچے، اس میں آدمی قرآن و حدیث کا مطالعہ کرے اور دین کو سیکھے۔ وہ روزے کی اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر اس میں قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی دعاؤں کا کچھ حصہ یاد کرلے۔ اس طرح وہ اس وقت ان مشغلوں سے بچے گا اور بعد میں بھی یہ ذخیرہ اللہ کی یاد کو اس کے دل میں قائم رکھنے کے لیے اس کے کام آئے گا۔

چوتھی خرابی یہ ہے کہ آدمی بعض اوقات روزہ اللہ کے لیے نہیں، بلکہ اپنے گھر والوں اور ملنے جلنے والوں کی ملامت سے بچنے کے لیے رکھتا ہے اور کبھی لوگوں میں اپنی دین داری کا بھرم قائم رکھنے کے لیے یہ مشقت جھیلتا ہے۔ یہ چیز بھی روزے کو روزہ نہیں رہنے دیتی۔

اس کا علاج یہ ہے کہ آدمی روزے کی اہمیت ہمیشہ اپنے نفس کے سامنے واضح کرتا رہے اور اسے تلقین کرے کہ جب کھانا پینا اور دوسری لذتیں چھوڑ ہی رہے ہو تو پھر انھیں اللہ کے لیے کیوں نہیں چھوڑتے۔ اس کے ساتھ رمضان کے علاوہ وہ کبھی کبھی نفل روزے بھی رکھے اور انھیں زیادہ سے زیادہ چھپانے کی کوشش کرے۔ اس سے امید ہے کہ اس کے یہ فرض روزے بھی کسی وقت اللہ ہی کے لیے خالص ہو جائیں گے۔

[۱۹۸۸ء]

تراویح کی نماز

تراویح کی نماز کوئی الگ نماز نہیں ہے، یہ در حقیقت تہجد ہی کی نماز ہے جسے سیدنا عمر رضی اللہ

مقامات ۱۱۱

☆ جبکہ شریعت میں رمضان میں بیس رکعت کا پڑھنا تراویح کی نماز ہے جس کا پڑھنا سنت موکدہ ہے اور تہجد کی نماز الگ نماز ہے۔

1۔ حدیث پاک: حضورﷺ رمضان شریف میں بیس رکعت اور وتر ادا فرماتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ جلد 2، ص394)

2۔ حدیث پاک: حضورﷺ رمضان شریف میں بیس رکعت اور تین وتر ادا فرماتے تھے (مجمع الزوائد، جلد 3، ص172)

3۔ حدیث پاک: حضورﷺ رمضان شریف میں بیس رکعت اور تین وتر ادا فرماتے تھے (کشف الغمہ، جلد 2، ص116)

4۔ حدیث پاک: حضورﷺ رمضان شریف میں بیس رکعت اور تین وتر ادا فرماتے تھے (معجم طبرانی کبیر، جلد 11، ص393)

احادیث سے ثابت ہوا کہ تراویح کی نماز الگ ہے، تہجد کی نماز الگ ہے۔ لہٰذا تراویح کی نماز کا انکار گمراہی اور بے دینی ہے۔

جاوید غامدی کی کتاب کا عکس

حدود و تعزیرات

مصنف

جاوید احمد غامدی

المورد

۵۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

جاوید غامدی کی شریعت: قرآن کی رو سے موت کی سزا صرف دو جرائم (قتل اور فساد فی الارض) پر ہی دی جا سکتی ہے

—— حدود و تعزیرات ——

تقدیرہ: فلیقطع الائمة والحکام ایدیهما ولیجلدهما الائمة و الحکام. (۲۸۳/۳)

"تقدیر کلام ہی یوں مانی جاتی ہے انھیں چاہیے کہ امرا و حکام ان کے ہاتھ کاٹ دیں اور چاہیے کہ امرا و حکام ان کی پیٹھ پر کوڑے برسا دیں۔"

شریعت کے جرائم یہی ہیں۔ ان کی ادنیٰ صورتوں اور ان کے علاوہ باقی سب جرائم کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ارباب حل و عقد پر چھوڑ دیا ہے۔ باہمی مشورے سے وہ اس معاملے میں جو قانون چاہیں بنا سکتے ہیں۔ تاہم اتنی بات اس میں بھی طے ہے کہ موت کی سزا قرآن کی رو سے قتل اور فساد فی الارض کے سوا کسی جرم میں نہیں دی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے پوری صراحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ ان دو جرائم کو چھوڑ کر، فرد ہو یا حکومت، یہ حق کسی کو بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کی جان کے درپے ہو اور اسے قتل کر ڈالے۔ مائدہ میں ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ، فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا. (۳۲:۵)

"جس نے کسی کو قتل کیا، اس کے بغیر کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد برپا کیا ہو تو اس نے گویا سب انسانوں کو قتل کیا۔"

ذیل میں ہم شریعت کے انھی جرائم سے متعلق قرآن مجید کے نصوص کی وضاحت کریں گے۔

محاربہ

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ، ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ، إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ. (المائدہ ۵: ۳۳-۳۴)

—— میزان ——

☆ جبکہ شریعت میں موت کی سزا بہت سے جرائم پر دی جاسکتی ہے۔ خصوصاً گستاخ رسول واجب القتل ہے۔

القرآن: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ○ يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ○ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنسَانِ خَذُولًا﴾

ترجمہ: اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ چبالے گا کہ ہائے کسی طرح سے میں نے رسول کے ساتھ راہ لی ہوتی، وائے خرابی میری ہائے کسی طرح میں نے فلانے کو دوست نہ بنایا ہوتا (سورۂ فرقان، آیت 27 تا 29 پارہ 19)

تفسیر ابن عباس، تفسیر جلالین اور تفسیر ابن کثیر میں مفسرین ان آیات کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب ابی ابن خلف کے اکسانے پر عقبہ بن ابی معیط نے سید عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور حضور ﷺ نے اس کو تنبیہ کی کہ اگر تو مکہ کے باہر مجھے ملا تو میں تجھے قتل کروں گا۔ حضور ﷺ نے بدر کی جنگ کے موقع پر اس کو گرفتاری کی حالت میں قتل کیا تھا۔

جاوید غامدی کی کتاب کا عکس

قانونِ جہاد

مصنف

جاوید احمد غامدی

المورد

۵۱ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

جاوید غامدی کے نزدیک: انھیں (نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کو) قتال کا جو حکم دیا گیا، اس کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ اللہ کے قانون اتمام حجت سے ہے (معاذ اللہ)

قانون جہاد

یہ جہاد و قتال¹ ہے، جس کا حکم قرآن میں دو صورتوں کے لیے آیا ہے:

ایک، ظلم و عدوان کے خلاف،

دوسرے، اتمام حجت کے بعد منکرین حق کے خلاف۔

پہلی صورت شریعت کا ابدی حکم ہے اور اس کے تحت جہاد اسی مصلحت سے کیا جاتا ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ دوسری صورت کا تعلق شریعت سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے قانون اتمام حجت سے ہے جو اس دنیا میں ہمیشہ اس کے براہ راست حکم سے اور انھی لوگوں کے ذریعے سے روبہ عمل ہوتا ہے جنھیں وہ "شہادت" کے منصب پر فائز کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ حق کی ایسی گواہی بن جاتے ہیں کہ اس کے بعد کسی کے لیے اس سے انحراف کی گنجایش باقی نہیں رہتی۔ انسانی تاریخ میں یہ منصب آخری مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم بنی اسمٰعیل کو حاصل ہوا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا. (البقرہ ۲:۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے تمھیں ایک درمیان کی جماعت² بنا دیا تاکہ تم دنیا کی قوموں پر حق کی شہادت دینے والے ہو اور پیغمبر تم پر یہ شہادت دے۔"

اس قانون کی رو سے اللہ کی حجت جب کسی قوم پر پوری ہو جاتی ہے تو اس کے منکرین پر اسی دنیا میں عذاب آ جاتا ہے۔ یہ عذاب آسمان سے بھی آتا ہے اور بعض حالات میں اہل حق کی تلواروں کے ذریعے سے بھی۔ پھر اس کے نتیجے میں منکرین لازماً مغلوب ہو جاتے ہیں اور ان کی سرزمین پر حق کا غلبہ پوری قوت کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

۱۔ جہاد کے معنی کسی جدوجہد میں پوری قوت صرف کر دینے کے ہیں۔ قرآن میں یہ تعبیر جس طرح اللہ کی راہ میں عام جدوجہد کے لیے استعمال ہوئی ہے، اسی طرح قتال فی سبیل اللہ کے لیے بھی آئی ہے۔ یہاں اس کا یہی دوسرا مفہوم پیش نظر ہے۔

۲۔ اس معنی میں کہ تمھارے ایک طرف خدا کا رسول اور دوسری طرف الناس، یعنی دنیا کی اقوام ہیں۔

جاوید غامدی کے نزدیک: انھیں (نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کو) قتال کا جو حکم دیا گیا، اس کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ اللہ کے قانون اتمام حجت سے ہے (معاذ اللہ)

بأصل شجرة حتى يدركك الموت وانت على ذلك.

سے بالکل الگ ہو جاؤ، اگرچہ تمھیں مرتے وقت تک کسی درخت کی جڑیں چبانی پڑیں۔"

(بخاری، رقم ۶۶۷۳)

دوسرے مقصد کے لیے بقرہ اور انفال، دونوں میں بالترتیب 'یکون الدین للہ' اور 'یکون الدین کلہ للہ' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ اس سے پہلے جنگ کا حکم 'قاتلوھم' کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ سیاق کلام سے واضح ہے کہ اس میں ضمیر منصوب کا مرجع مشرکین عرب ہیں۔ لہٰذا یہ بات تو بالکل قطعی ہے کہ ان الفاظ کے معنی یہاں اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتے کہ دین سرزمین عرب میں پورا کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے۔ یہ مقصد دو ہی صورتوں میں حاصل ہو سکتا تھا: ایک یہ کہ دین حق کے سوا تمام ادیان کے ماننے والے قتل کر دیے جائیں۔ دوسرے یہ کہ انھیں ہر لحاظ سے زیردست بنا کر رکھا جائے۔ چنانچہ صلح و جنگ کے بہت سے مراحل سے گزر کر جب منکرین پوری طرح مغلوب ہو گئے تو بالآخر یہ دونوں ہی طریقے اختیار کیے گئے۔ مشرکین عرب اگر ایمان نہ لائیں تو انھیں ختم کر دینے کا حکم دیا گیا اور یہود و نصاریٰ کے بارے میں ہدایت کی گئی کہ ان سے جزیہ لے کر اور انھیں پوری طرح محکوم اور زیردست بنا کر ہی اس سرزمین پر رہنے کی اجازت دی جائے۔ ان میں سے البتہ جو معاندین تھے، انھیں جب ممکن ہوا، قتل یا جلاوطن کر دیا گیا۔

ہم نے تمہید میں لکھا ہے کہ اس مقصد کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے جو قتال کیے اور انھیں قتال کا جو حکم دیا گیا، اس کا تعلق شریعت سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے قانون اتمام حجت سے ہے۔ اس کتاب میں جگہ جگہ اس قانون کی تفصیل کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حجت جب کسی قوم پر پوری ہو جاتی ہے تو منکرین حق پر اسی دنیا میں اللہ کا عذاب آ جاتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ عذاب کا یہ فیصلہ رسولوں کی طرف سے انذار، انذار عام، اتمام حجت اور اس کے بعد ہجرت و براءت کے مراحل سے گزر کر صادر ہوتا اور اس طرح صادر ہوتا ہے کہ آسمان کی عدالت زمین پر قائم ہوتی، خدا کی دینونت کا ظہور ہوتا اور رسول کے مخاطبین کے لیے ایک قیامت صغریٰ برپا ہو جاتی ہے۔ اس کی جو تاریخ قرآن میں بیان ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوتا

جاوید غامدی کے نزدیک جہاد و قتال کرنے کا حکم اب باقی نہیں رہا اور اب مفتوح کافروں سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا (معاذ اللہ)

——— قانون جہاد ———

حکومت مستحکم کر لینے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ نے اس فیصلے کو نافذ کرنے کے لیے اس اعلان کے ساتھ ان اقوام پر حملہ کیا اور وہ یہ کہ یا اسلام قبول کرو یا زیردست بن کر جزیہ دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس کے سوا اب زندہ رہنے کی کوئی صورت تمھارے لیے باقی نہیں رہی۔ ان میں سے کوئی قوم بھی اصلاً شرک کی علم بردار نہ تھی، ورنہ وہ اس کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرتے جو مشرکین عرب کے ساتھ کیا گیا تھا۔

اس سے واضح ہے کہ یہ محض قتال نہ تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا جو اتمام حجت کے بعد سنت الٰہی کے عین مطابق اور ایک فیصلۂ خداوندی کی حیثیت سے پہلے عرب کے مشرکین اور یہود و نصاریٰ پر اور اس کے بعد عرب سے باہر کی اقوام پر نازل کیا گیا۔ لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ منکرین حق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انھیں محکوم اور زیردست بنا کر رکھنے کا حق اس کے بعد ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے۔ قیامت تک کوئی شخص اب نہ دنیا کی کسی قوم پر اس مقصد سے حملہ کر سکتا ہے اور نہ کسی مفتوح کو محکوم بنا کر اس پر جزیہ عائد کرنے کی جسارت کر سکتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے قتال کی ایک ہی صورت باقی رہ گئی ہے، اور وہ ظلم و عدوان کے خلاف جنگ ہے۔ اللہ کی راہ میں قتال اب یہی ہے۔ اس کے سوا کسی مقصد کے لیے بھی دین کے نام پر جنگ نہیں کی جا سکتی۔

نصرت الٰہی

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ، حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ، اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ، وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ. اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ

۴۔ قیصر شاہ روم۔ ۵۔ منذر بن ساوی حاکم بحرین۔ ۶۔ ہوذہ بن علی صاحب یمامہ۔ ۷۔ حارث بن ابی شمر حاکم دمشق۔ ۸۔ جیفر شاہ عمان۔

——— میزان ۳۰ ———

☆ جبکہ جہاد و قتال ایک شرعی فریضہ ہے، کفار کے خلاف جہاد کا حکم ہمیشہ کے لئے ہے اور ذمیوں سے جزیہ لیا جا سکتا ہے

کفار کے خلاف جہاد و قتال کا انکار

جاوید احمد غامدی کافروں کے خلاف جہاد و قتال کے شرعی فریضے کے بھی منکر ہیں۔ اُن کے خیال میں نبی پاک ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جو جہاد و قتال کیا تھا، اس کا تعلق شریعت سے نہیں تھا۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کفار کے خلاف جہاد و قتال کرنے اور ان کو ذمی بنانے کا حکم عہد نبوی اور عہد صحابہ کے بعد اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب ''قانون جہاد'' کے صفحہ نمبر 10 اور 34 پر لکھتا ہے کہ: ''انہیں (نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کو) قتال کا جو حکم دیا گیا، اس کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے قانون اتمام حجت سے ہے''

اس کے بعد وہ کتاب ''قانون جہاد'' کے صفحہ نمبر 40 پر لکھتا ہے کہ: ''یہ بالکل قطعی ہے کہ منکرین حق (کافروں) کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں مفتوحین پر جزیہ عائد کر کے انہیں محکوم اور زیر دست بنا کر رکھنے کا حق اب ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے''

اس سے معلوم ہوا کہ جاوید احمد غامدی کے نزدیک نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کفار کے خلاف جو جہاد و قتال کیا، وہ نعوذ باللہ ایک غیر شرعی اقدام تھا۔

اسی طرح غامدی کی رائے میں مسلمانوں کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کفار کے خلاف جہاد کریں اور فاتح ہو کر ان کو ذمی بنائیں۔ پھر اگر جہاد ہی جائز نہیں رہا تو مال غنیمت کیسے جائز رہے گا؟ وہ بھی غامدی شریعت میں حرام قرار پائے گا (معاذ اللہ)

اُمتِ مسلمہ میں سے آج تک کسی نے جہاد و قتال کے حکم اور فریضے کا کبھی انکار نہیں کیا، البتہ نبوت کے ایک جھوٹے مدعی مرزا غلام احمد قادیانی نے جو اپنے آپ کو انگریز کا خود کاشتہ پودا کہتا تھا، انگریزوں کی خوشنودی کی خاطر اس نے یہ صدا لگائی اے لوگو! جہاد منسوخ ہو گیا ہے

غامدی اور قادیانی نظریہ میں کتنی مشابہت پائی جاتی ہے، یاد رہے کہ جہاد محکم فریضہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔

حرف آخر

محترم قارئین کرام! آپ نے دور حاضر کے خشخشی داڑھی والے ماڈرن اسکالر جاوید احمد غامدی کی خود ساختہ شریعت ملاحظہ کی۔ موجودہ دور کے اس نام نہاد مذہبی اسکالر نے اپنی تیز رفتار زبان سے فائدہ اٹھا کر میڈیا میں اپنی جگہ بنالی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہمارے نوجوانوں کو گمراہیت کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ جاوید احمد غامدی کی سوچ یہ ہے کہ ہم اسلام کے مطابق نہ چلیں بلکہ اسلام کو اپنے مطابق چلائیں، ماڈرن اسلام کا نفاذ کیا جائے۔ یہ وہی لوگ جن کے متعلق مخبر صادق ﷺ نے ہمیں بہت پہلے آگاہ فرمایا۔

حدیث شریف: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ اسے لوگوں سے چھین لیا بلکہ علماء کو قبض کرکے علم کو قبض کرے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ کسی ایک عالم کو بھی باقی نہیں رہنے دے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے۔ ان سے مسئلے دریافت کئے جائیں گے۔ وہ علم نہ ہونے کے باوجود فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (مسلم، کتاب العلم، حدیث 6796، ص 1164، مطبوعہ دارالسلام ریاض، سعودیہ)

عوام الناس کو چاہئے کہ میڈیا پر ان کے لیکچر ہرگز نہ سنیں۔ ان کے پروگراموں میں شرکت نہ کریں۔ ان لوگوں کی کتابوں کے مطالعہ سے پرہیز کریں اور نہ ہی ان کے بحث و مباحثہ دیکھیں۔ کیونکہ شیطان مردود ہے، اس کو بہکاتے دیر نہیں لگتی۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو موجودہ ابھرنے والے فتنوں سے محفوظ رکھے اور مسلمانوں کی جان و مال بالخصوص عقیدے وایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین